ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-28

ماخذ تحقیقی مجلہ

OPEN ACCESS

CC BY NC

ڈاکٹر محمد آصف

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، بہاالدین زکریایونیورسٹی ملتان

ڈاکٹر محمد اشرف

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، ایمرسن یونیورسٹی ملتان

فیض کی تین نظمیں: ایک سلسلہ خیال کا تجزیہ

Dr.Muhammad Asif*
Associate Professor, Department of Urdu, BZU Multan.
Dr. Muhammad Ashraf
Assistant Professor, Department of Urdu, Emerson University Multan.

***Corresponding Author:** asif7475@hotmail.com

Faiz's Three Selected Poems: An Analysis of Sequential Ideology

Faiz's poetic collections "Dast-e-Saba" and "Zindan Nama" are reminiscent of his days of captivity (1951-1955) during the Rawalpindi Conspiracy Case. Primarily, his writings reflect those sorts of mental engagements and sensations which have their origin in progressive Urdu poetry. Hence, "Nisar main teri galiyon ke...", "Zindan ki ek shaam" and "Zindan ki ek subah" carry the essence of this background. These three poems are included in his poetic collection "Dast-e-Saba". These poems are enriched with those amorous symbols and devices of classical ghazals which are the persistent feature of Faiz's poetry in general. Faiz has articulated the themes related motherland, patriotism and love and beloved with great perseverance. He envisions the homeland as a beloved. Thus, these three selected poems not only reflect Faiz's eloquence but also his observations and struggles in social activism.

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-28

ماخذ تحقیقی مجلہ

Key Words: *Faiz, Faiz's three selected poems, "Nisar main teri galiyon ke...", "Zindan ki ek shaam", "Zindan ki ek subah", imperial, prison, homeland, freedom.*

ترقی پسند شاعری سے قبل فیض رومانی تخیلات کے ذریعے نئی نئی دنیائیں بسانے میں مصروف تھے۔ ترقی پسند تحریک کے زیر اثر فیض نے "مجھ سے پہلی سی محبت مری محبوب نہ مانگ" سے انسانی برادری کے مشترکہ دکھ درد کے رشتوں کو پیش کرنا شروع کیا۔ فیض کے شعری مجموعے "دست صبا" اور "زندان نامہ" ان کی ایام اسیری (۱۹۵۱۔۱۹۵۵) راولپنڈی سازش کیس) کی یادگار ہیں ۔بنیادی طور پر ان کی تحریریں انہیں ذہنی معمولات اور محسوسات سے منسلک ہیں جن کا آغاز ترقی پسند شاعری سے ہوا۔[۱] چنانچہ "نثار میں تری گلیوں کے۔۔۔۔ "، "زنداں کی ایک شام" اور " زنداں کی ایک صبح" اسی پس منظر کی حامل ہیں۔ یہ تینوں نظمیں ان کے شعری مجموعے " دستِ صبا" میں شامل ہیں۔

ایام اسیری میں فیض پر دو ادوار آئے۔ پہلے دور کی نمائندہ شاعری حیدر آباد جیل کے زمانے کی شاعری (جولائی ۱۹۵۳ تک) دوسرے دور کی شاعری منٹگمری جیل کے زمانے کی شاعری ہے (جولائی ۱۹۵۳ سے ۱۹۵۵ تک) مندرجہ بالا دونوں نظمیں حیدر آباد جیل کے زمانے کی نظمیں ہیں۔ حیدر آباد کے ایام اسیری کے تجربے کو فیض نے "تجربہ اور تحیر کا انکشاف" کا زمانہ قرار دیا ہے۔[۲] حیدر آباد جیل میں بے فکری تھی۔ دوستوں کی صحبت میسر تھی۔ تاریخ، ادب، فلسفہ اور سیاست پر بحثیں تھیں۔ قید کا نیا نیا تجربہ تھا۔ جو حساس ذہنوں کے لیے کسی حیرت انگیز انکشاف سے کم نہیں ہوتا۔ "فتح" کا ایک دائمی احساس تھا۔[۳] چنانچہ تمام تر حسرتوں اور لاکھوں تمناؤں کے خون کے باوجود فیض کی جیل کی شاعری میں میں حب وطن کے سرچشمے جاری ہیں۔ مندرجہ بالا دونوں نظمیں اسی احساس سے لبریز ہیں۔ تحریک پاکستان جن خوابوں کو لیکر چلی تھی فیض ان کی عملی تعبیریں اپنے ملک میں دیکھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ فیض وطن اور اہل وطن کو "محبوب" اور "لیلائے وطن" کے روپ میں دیکھتے ہیں اور آمرانہ نظام کے خلاف اس جنگ کو "عشق" قرار دیتے ہیں۔ بقول میجر اسحاق فیض جیل میں بھی "جابجا اپنے دیس، اس کے باسیوں کی خستہ حالی، قوم کی عزت وناموس کی ارزانی، لوگوں کی ناداری، جہالت، بھوک اور غم کو دیکھ کر تڑپ رہے ہیں۔ [۴] جبر و تشدد اور آمریت کے خلاف وطن کو پکارتے ہیں۔ "جسم، جاں، نظر، سر" کو پابند سلاسل کر دینے والی "رسم" پر طنز کرتے ہیں لیکن اتنے محبت بھرے انداز میں کہ گویا وطن کی "گلیوں" پر خود کو "نثار" کر رہے ہیں۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-28

ماخذ تحقیقی مجلہ

نثار میں تری گلیوں کے اے وطن کہ جہاں
چلی ہے رسم کہ کوئی نہ سر اُٹھا کے چلے
جو کوئی چاہنے والا طواف کو نکلے
نظر چُرا کے چلے، جسم و جاں بچا کے چلے
ہے اہلِ دل کے لیے اب یہ نظمِ بست و کُشاد
کہ سنگ و خشت مقید ہیں اور سگ آزاد

(دستِ صبا/ نسخہ ہائے وفا، ص:۶۵ / ۱۶۱)

ایام اسیری کے باوجود فیض "شکست" کے لفظ سے دور ہیں۔ امید اور اپنی "فتح" کا یقین ان کا ایمان ہے یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی قید کو عوام کی آزادی سے تشبیہ دیتے ہیں۔ "روزن زندان" بجھتا ہے اور "زندان کے سلاسل" چمکتے ہیں تو وہ سمجھتے ہیں کہ "لیلائے وطن" کی "مانگ" آزادی کے "ستاروں" سے بھر گئی ہو گی۔ محبوبہ وطن کے "رخ" پر "سحر" بکھر گئی ہو گی۔

بجھا جو روزنِ زنداں تو دل یہ سمجھا ہے
کہ تیری مانگ ستاروں سے بھر گئی ہو گی
چمک اُٹھے ہیں سلاسِل تو ہم نے جانا
کہ اب سحر ترے رُخ پر بکھر گئی ہو گی

(دستِ صبا/ نسخہ ہائے وفا، ص:۶۶/ ۱۶۲)

فیض کا ایمان ہے کہ مظلوم ظالم سے اور عوام سامراج سے ہمیشہ یونہی "الجھتے" رہے ہیں۔ "یہ نئی رسم نہیں ہے۔" ظلم و استبداد کے خلاف لڑنے والوں نے ہمیشہ "آگ میں اسی طرح پھول کھلائے ہیں۔" ان کی قید نے عوام کو معاشی، سیاسی، سماجی، مذہبی آزادی و انقلاب کی طرف مائل کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ہاں فلک سے یا تقدیر سے گِلا نہیں ملتا۔ وہ فراق کے باوجود تصورِ شام و سحر اور وطن سایہ دیوار و در میں جیتے رہتے ہیں " ان کی ہار" اور " اپنی جیت" پر یقین رکھتے ہیں۔

یونہی ہمیشہ اُلجھتی رہی ہے ظلم سے خلق
نہ ان کی رسم نئی ہے، نہ اپنی ریت نئی

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-28

ماخذ تحقیقی مجلہ

یونہی ہمیشہ کِھلائے ہیں ہم نے آگ میں پھُول
نہ اُن کی ہار نئی ہے نہ اپنی جیت نئی
اسی سبب سے فلک کا گلہ نہیں کرتے
ترے فراق میں ہم دل بُرا نہیں کرتے

(دستِ صبا/ نسخہ یائے وفا، ص:۶۷/ ۱۶۳)

فیض کو یہ بھی احساس ہے کہ مقدمے کی کاروائی محض ڈھونگ ہے کیونکہ "مصنف خود ہی اہل ہوس اور مدعی ہیں"

بنے ہیں اہلِ ہوس، مدعی بھی، منصف بھی
کسے وکیل کریں، کس سے منصفی چاہیں

(دستِ صبا/ نسخہ ہائے وفا، ص:۶۶/ ۱۶۲)

لیکن فیض کو یہ یقین ہے کہ یہ "جدائی" محض "رات بھر کی ہے" دائمی "خدائی" عوام کی ہے اور اگر "رقیب" (سامراج و حکمران) آج "اوج" پر ہے تو یہ محض چار دن کی خدائی ہے۔ ان کو یقین ہے کہ جو اپنے وطن سے "عہد وفا استوار رکھتے ہیں۔ "صعوبتوں کو جھیلتے ہیں، دائمی فتح انہی کو حاصل ہوتی ہے۔ اس آخری بند میں ایسا لگتا ہے جیسے فیض ایک جلاوطن کی طرح زنداں میں وطن کا ذکر کر رہے ہیں۔

گر آج تجھ سے جُدا ہیں تو کل بہم ہوں گے
یہ رات بھر کی جدائی تو کوئی بات نہیں
گر آج اَوج پہ ہے طالعِ رقیب تو کیا
یہ چار دن کی خدائی تو کوئی بات نہیں

(دستِ صبا/ نسخہ ہائے وفا، ص:۶۷/ ۱۶۳)

اور یہ مصرعہ : ع: "نثار میں تری گلیوں کے۔۔۔" بھی قابل توجہ ہے۔ بقول ڈاکٹر انوار احمد "وہ قفس میں رہے اور دیار غیر میں بھی مگر ان کی ہر سانس انہیں لیلائے وطن کا اور زیادہ شیدائی بناتی چلی گئی۔ زندان و قفس ایک طرح سے فیض کی جلاوطنی کا نقطہ آغاز ہیں۔[۵]

اسی سلسلے کی دوسری نظم " زنداں کی ایک شام " ہے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-28

ماخذ تحقیقی مجلہ

"زندان کی ایک شام" بھی دور حیدر آباد کی یاد گار ہے۔ فیض نے اس نظم کو دست تہہ سنگ کے دیباچے میں "تجربے کے انکشاف کے تحیر کے زمانے" کی مثال میں پیش کیا ہے۔"(۶)

اس انکشاف و تحیر کی کیفیت پر تبصرہ کیا جاچکا ہے کہ فتح وکامرانی کا احساس مسرت اس کی خصوصیت تھی۔ فیض کی حسیاتی شاعری مسلسل زندان سے وطن کی طرف اور اندرون سے بیرون کی طرف رجوع کر رہی ہے۔ دلکش عاشقانہ لب ولہجہ احتجاعی مسائل کے لیے وقف ہوگیا ہے۔ زنداں گویا وطن میں ڈھل گیا ہے۔ فیض کا یہ اقتباس یہاں درج کرنا ضروری ہے جس سے فیض کی حسیاتی شاعری بالخصوص "زنداں کی ایک شام" کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

"جیل خانہ عاشق کی طرح بذات خود ایک بنیادی تجربہ ہے جس میں فکر و نظر کا ایک آدھ نیا دریچہ خود بخود کھل جاتا ہے اول تو یہ ہے کہ ابتدائے شباب کی طرح تمام حسیات یعنی Sensations پھر تیز ہو جاتی ہیں ۔۔۔ دوسرے یوں ہوتا ہے کہ باہر کی دنیا کا وقت اور فاصلے دونوں باطل ہو جاتے ہیں۔ نزدیک کی چیزیں بھی بہت دور ہو جاتی ہیں اور دور کی نزدیک ۔۔۔ تیسری بات یہ ہے کہ فراغت ہجراں میں مطالعہ کے ساتھ عروس سخن کے ظاہری بناؤ سنگھار کے لیے توجہ دینے کی زیادہ مہلت ملتی ہے۔"(۷)

چنانچہ اس نظم میں "ابتدائے شاب کی حسیات" اور "عروس سخن کا بناؤ سنگھار" موجود ہے۔ باہر اور اندر کی دنیا کا فاصلہ مٹ کر ایک ہوگیا ہے۔ زنداں کی دیواریں ختم ہوگئی ہیں اور فیض کا رابطہ تخلیقی سطح پر بیرون دنیا سے ہوگیا ہے۔ فیض نے "زندان کی ایک شام" کے پہلے بند میں "زینہ زینہ اترتی ہوئی رات کے منظر کو کیف و سرور کے عالم میں پیش کر کے اس کو دوسرے بند میں اپنے انقلابی ورجائی خیال سے ہم آہنگ کر دیا ہے۔ شام کی تمام جزئیات اور مناظر میں فیض ایک سرشاری سی محسوس کرتے ہیں۔ آسمان پر چھائے ہوئے بے شمار ستاروں سے رات محبوبہ کی طرح اٹھلاتی ہوئی زینہ زینہ اترتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ صبا پاس سے گزرتی ہے تو یوں لگتا ہے جیسے کسی نے پیار بھری بات کہہ دی ہو۔ "صحن زنداں" کے "اشجار" (جو فیض کی اپنی طرح بے وطن اور جلاوطن محسوس ہوتے ہیں۔ فیض کا جلاوطنی کا تجربہ یہاں محسوس کیا جاسکتا ہے جس کا ذکر ڈاکٹر انوار احمد کے حوالے سے پہلے بھی کیا جاچکا ہے) آسمان کے دامن میں نقش ونگار بناتے ہوئے محسوس ہو رہے ہیں۔ چھت کی منڈیر پر چاندنی محبوبہ کی طرح اپنا

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-28

ماخذ تحقیقی مجلہ

دست جمیل رکھ کر جھانکتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔خاک اورآسمان نور نجوم میں گھلے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔سبز گوشوں اور بیل بوٹوں میں نیلگوں روشنی کے سائے اسے لہلہاتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں جس طرح فراق یار کا درد دل میں لہراتا ہے۔(یہاں فیض کا لیلائے وطن کے بارے میں فراق ووصال کا نظریہ مد نظر رکھنا ضروری ہے)۔ رات کا یہ منظر فیض کو اتنا دلکش اور تخلیقی محسوس ہوتا ہے کہ پوری زندگی شیریں محسوس ہونے لگتی ہے۔فیض کو اس شیریں ماحول میں اپنی کامرانی اور ظلم کا زہر گھولنے والوں کی شکست کا احساس پختہ ہو جاتا ہے۔فیض بڑے تحقیر آمیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہتے ہیں کہ ظالموں نے ہمیں لیلائے وطن سے دور کر دیا ہے (گویا وطن کر دیا ہے) انہوں نے وصال کی شمعیں بجھا دی ہیں۔"چاند کو گل کریں تو ہم جانیں"۔یہ ایک مختصر نظم ہے ہم نے مندرجہ بالا سطور میں اس حوالے سے جو بات چیت کی ہے اس کی تائید کے لیے بہتر ہے کہ اس نظم کو یہاں جوں کا توں درج کر دیا جائے تا کہ ایک مجموعی تاثر ابھر کر سامنے آسکے۔

شام کے پیچ وخم ستاروں سے
زینہ زینہ اُتر رہی ہے رات
یوں صبا پاس سے گزرتی ہے
جیسے کہہ دی کسی نے پیار کی بات
صحنِ زنداں کے بے وطن اشجار
سرنگوں، محو ہیں بنانے میں
دامنِ آسماں پہ نقش و نگار
شانہ بام پر دمکتا ہے!
مہرباں چاندنی کا دستِ جمیل
خاک میں گھل گئی ہے آب نجوم
نُور میں گھل گیا ہے عرش کا نیل
سبز گوشوں میں نیلگوں سائے
لہلاتے ہیں جس طرح دل میں
موجِ دردِ فراقِ یار آئے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-28

ماخذ تحقیقی مجلہ

دل سے پیہم خیال کہتا ہے
اتنی شیریں ہے زندگی اس پل
ظلم کا زہر گھولنے والے
کامراں ہو سکیں گے آج نہ کل
جلوہ گاہِ وصال کی شمعیں
وہ بجھا بھی چکے اگر تو کیا؟
چاند کو گُل کریں تو ہم جانیں

(دستِ صبا/ نسخہ ہائے وفا۔ ص:۸۴۔۸۳ / ۱۷۸۔۱۷۷)

یہ نظم تخلیقی سطح پر فیض کے اس رومان و حقیقت سے لبریز مزاج کو پیش کرتی ہے جو ان کی تمام حسیاتی شاعری میں رواں دواں ہے۔ فیض پہلے رومانوی عاشق کی طرح رات کو محبوبہ کے روپ میں دیکھتے ہیں اور پھر ایک انقلابی کی طرح اپنے رومانی و انفرادی مزاج کو سماجی حقائق اور اجتماعی مزاج سے ملا دیتے ہیں۔ چیدہ دست قوتوں کے سامنے ایک آہنی عزم کے ساتھ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یوں یہ نظم بھی "نثار میں تری گلیوں کے" کی طرح اجتماعی روپ دھار لیتی ہے تمام بد حال عوام اس جدوجہد میں شریک ہو جاتی ہے۔ میجر اسحاق نے "زندان نامہ" کی "روداد قفس" میں درست لکھا ہے کہ:

> "حیدر آباد کے قیام کے دوران میں فیض صاحب کا تصور باہر کی دنیا کے ساتھ مضبوطی سے جما رہا۔ جیل کی زندگی نے یہ رشتہ اور بھی مضبوط کر دیا۔ دست صبا کے آخر میں فیض صاحب کی دو حسین و جمیل نظمیں "زنداں کی ایک شام" اور "زنداں کی ایک صبح" اس پر شاہد ہیں۔ یہاں انہوں نے زنداں کے کریہہ المنظر دیو کی ہیبت ناکی کا پورا پورا نقشہ کھینچ دیا ہے لیکن ان کے چہرے پر تحقیر آمیز مسکراہٹ ہے اور انہوں نے مسرت و شادمانی کے ایسے ذرائع نکال لیے ہیں جو زنداں کے عفریت کے احاطہ قدرت سے باہر ہیں۔"(۸)

تیسری نظم "زنداں کی ایک صبح" کو دیکھنے سے پہلے اسیری اور تنہائی کے حوالے سے فیض کے خیالات کو سمجھنے کے لیے اس خط کو دیکھنا بھی ضروری ہے جو "صلیبیں میرے دریچے" میں شامل ہے۔ خاص کر درج ذیل سطور اس حوالے سے اہم ہیں۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-28

ماخذ تحقیقی مجلہ

" جیل میں آنے سے پہلے ہم سمجھتے تھے کہ اسیری کوئی شجاعانہ اور بلند مرتبہ بات ہے۔ اب پتہ چلا کہ اس میں نہ شجاعت کا کوئی مضمون ہے نہ عالی حوصلگی کا۔ اس میں صرف درد ہے اور ناقابلِ بیان درد اور اس درد کا صحیح احساس، مجھے ایک گرفتار شکاری پرندے سے ہوا جس کی کچھ دنوں سے ہم دیکھ بھال کر رہے تھے۔ یہ چھوٹا سا ایک شکرا ہے جو کچھ دن پہلے ہمارے غسل خانے میں آپہنچا اور ہمارے خدمت گار قیدی نے پکڑ لیا۔۔۔ اُسی شام وہ کسی طرح ٹوکرے سے نکل گیا اور اُڑ کر ہمارے صحن کے ایک درخت پر جا بیٹھا۔ اُس کی رسی شاخوں میں اُلجھ گئی۔۔۔ اس کی ٹانگ کئی جگہ سے ٹوٹ چکی تھی۔ اب نہ وہ لڑ سکتا ہے نہ شکار کر سکتا ہے۔۔۔ ایک دن اُس کی آواز سے جن کووں، چڑیا اور میناوں کی جان خطا ہوتی تھی، اب وہی پرے باندھ کر اس کے آس پاس جمع ہوتے ہیں اور بہ یک آواز اُس کی ہنسی اڑاتے ہیں اور آوازے کستے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس تذلیل پر شِکرے کی مغرور، چمکدار آنکھیں درد سے دھندلا جاتی ہیں۔ پرندے رو تو نہیں سکتے لیکن اس بے چارے کی بے بسی دیکھ کر دل بھر آتا ہے۔۔۔ غالباً دو چار دن میں مر جائے گا۔۔۔۔ نظامِ فطرت میں بے زبان مخلوق کی بیکسی کا علاج یہی ہے، فطرت میں اُن کے درد کا مداوا موت ہے۔ یہ صرف انسان کا مقدر ہے کہ وہ اپنا درد اور اپنے زخم دل میں لئے جئے جاتا ہے کیوں کہ اُس کے درد کا علاج مرنے سے نہیں، جینے ہی سے ہوتا ہے۔ اسی خاطر وہ ایمان اور نظر بخشی گئی ہے جو اُس کی ذات سے پرے اور اس عہد سے آگے دیکھ سکتی ہے، اسی سہارے وہ دکھ اُٹھائے جاتا ہے اور اُمید کئے جاتا ہے اُس کی اُمید جو شاید اُسے کبھی دیکھنا نصیب نہ ہو"(۹)

" زنداں کی ایک شام" شام کے وقت کی کیفیات کی تجسیم کی گئی ہے تو" زنداں کی ایک صبح" میں صبح کے وقت کی کیفیات کو مجسم کر کے پیش کیا گیا ہے۔ یہ نظم بھی مجرد کیفیات کو ٹھوس وجود میں پیش کرنے کے حوالے سے اہمیت کی حامل ہے اور خالصتاً شاعر کے شعری تجربات سے ہم آہنگ ہے۔ اس نظم کے آخر میں " ناتمام" کا لفظ لکھا ہوا ہے جو ایک طرف تو یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ نظم مکمل نہیں ہے دوسری طرف اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خالص کیفیتی نظم ہے۔ زنداں میں صبح کے وقت خارج میں جو جو مناظر اُبھرتے ہیں اور شاعر کے داخل میں جو جو کیفیات پیدا ہوتی ہیں ان کو نازک ترین تمثال گری کے ذریعے پیش کیا گیا ہے۔ اس تصور میں آغاز رات اور چاند سے

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-28
ماخذ تحقیقی مجلہ

ہوتا ہے جو صبح میں ڈھل کر اُمیدوں کے نئے چراغوں کو روشن کر دیتا ہے۔ ابھی جب رات باقی تھی چاند شاعر کے " سر بالیں" آکر مخاطب ہوتا ہے " جاگ سحر آئی ہے" نظم کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

رات باقی تھی ابھی جب سرِ بالیں آکر
چاند نے مجھ سے کہا۔" جاگ سحر آئی ہے

(دستِ صبا/ نسخہ ہائے وفا، ص:۸۵ /۱۸۱)

ان دو مصرعوں میں پورا جیتا جاگتا منظر اُبھر آتا ہے یہ وہ وقت ہے جب" رات اور صبح گلے مل رہے ہیں" اور بالآخر رات نے ختم ہو کر صبح میں ڈھلنا ہے۔ شاعر زنداں میں سویا ہوا ہے اور چاند سے مخاطب ہوتا ہے اور اُسے بیدار کرتا ہے۔ چنانچہ اس نظم کے آغاز میں ایسے تلازمات موجود ہیں جو اُمید، یقین اور روشنی کی طرف ذہن کو لے جاتے ہیں۔ اس نظم کا آخری مصرا اسی اُمید پر ہے۔

ع: جس کے ترکش میں ہیں اُمید کے جلتے ہوئے تیر

(دستِ صبا/ نسخہ ہائے وفا، ص:۸۷/ ۱۸۳)

اس طرح یہ نظم حیرت انگیز طور پر جس نور اور پُر اُمید کیفیت سے شروع ہوتی ہے۔ اسی پر تمام ہوتی ہے۔ نظم کے پہلے اور آخری مصرعوں کے درمیان میں وہ تمام کیفیات اور کشمکش موجود ہے جو شاعر کے بطن میں لہریں لے رہی ہے۔ چاند کے بیدار کرنے پر شاعر کی آنکھ کُھل جاتی ہے اور جس " عکسِ جاناں" میں شاعر محوِ خواب تھا اس کو " ودع" کر کے شاعر کی نظر " شب کے ٹھہرے ہوئے پانی کی سیہ چادر پر" پڑتی ہے تو" چاندی کے بھنور " جابجا رقص کرنے لگتے ہیں چونکہ نیند کی کیفیت ہے اس لیے مناظر میں دھندلاہٹ پائی جاتی ہے لیکن توجہ طلب امر یہ کہ دھندلاہٹ آہستہ آہستہ ہٹتی جاتی ہے " صحنِ زنداں میں رفیقوں کے سنہرے چہرے" اُبھرنے لگتے ہیں اور پھر اس کے بعد ان کیفیات میں اور چہروں میں " دیس کا درد" اور " فراقِ رخِ محبوب کا غم" جیسی چیزیں بھی شامل ہونے لگتی ہیں۔

صحنِ زنداں میں رفیقوں کے سنہرے چہرے
سطحِ ظلمت سے دمکتے ہوئے اُبھرے کم کم
نیند کی اوس نے ان چہروں سے دھو ڈالا تھا
دیس کا درد، فراقِ رخِ محبوب کا غم

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-28

ماخذ تحقیقی مجلہ

(دستِ صبا/ نسخہ ہائے وفا، ص:۸۶/ ۱۸۲)

چہل پہل شروع ہونے لگتی ہے لیکن یہ عجیب غریب چہل پہل ہے۔ فیض کی درد مندی اور ہمدردی کا عالم یہ ہے کہ انہیں " زرد فاقوں کے ستائے ہوئے پہرے والے " بیزار قدم پھرتے ہوئے نظر آنے لگتے ہیں۔

دور نوبت ہوئی، پھرنے لگے بیزار قدم
زرد فاقوں کے ستائے ہوئے پہرے والے

(دستِ صبا/ نسخہ ہائے وفا، ص:۸۶/ ۱۸۲)

پھر اس کے ساتھ ہی " لذتِ خواب سے مخمور ہوائیں " جاگنے لگتی ہیں اور " جیل کی زہر بھری چور صدائیں " بیدار ہونے لگتی ہیں، دور سے دروازے کُھلنے اور بند ہونے کی آوازیں آنے لگتی ہیں۔ ایسا بھی لگتا ہے کہ دور سے کوئی زنجیر مچل مچل کے رو رہی ہے آہ زاری کی آوازیں بلند ہونے لگتی ہیں اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ تالے کے جگر میں خنجر اُتر رہا ہے، دریچے رہ رہ کر سر پٹکنے لگتے ہیں ان کی آوازوں سے شاعر کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کوئی دشمن جاں خواب سے بیدار ہو رہا یہ دشمنِ جاں کیا ہے پورا جناتِ گراں ہے جس کے چُنگل سے شاعر کے شب و روز کی نازک پریاں اسیر ہیں لیکن اس کے باوجود یہ اپنے شہپور کی راہ دیکھ رہی ہیں۔ جس کے ترکش میں اُمید کے جلتے ہوئے تیر موجود ہیں۔

سر پٹکنے لگا رہ رہ کے دریچہ کوئی
گویا پھر خواب سے بیدار ہوئے دشمنِ جاں
سنگ و فولاد سے ڈھالے ہوئے جِنّاتِ گراں
جن کے چُنگل میں شب و روز ہیں فریاد کناں
میرے بیکار شب و روز کی نازک پریاں
اپنے شہپور کی رہ دیکھ رہی ہیں یہ اسیر
جس کے ترکش میں ہیں اُمید کے جلتے ہوئے تیر

(دستِ صبا/ نسخہ ہائے وفا، ص:۸۷/ ۱۸۳)

یہ نظم عجیب و غریب شعری کیفیات کی حامل ہے۔ اس میں خالصتاً فیض کی ذاتی حِسیات موجود ہیں۔ فیض کی یہ مجرد کیفیات ہیں جن کو ٹھوس متحرک اور مجسم اشیا کے ذریعے پیش کیا گیا ہے۔ اس نظم میں فیض کی تمثیل گری

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-28

ماخذ تحقیقی مجلہ

اپنے عروج پر ہے۔ زندان کے کریہہ مناظر اور ماحول بھی فیضؔ کو مایوسی کے اندھیروں سے دوچار نہیں کر سکا۔ ہیبت زدہ چہروں، ہیبت ناک چیزوں اور ہیبت ناک آوازوں کے باوجود وہ اُمید کی نازک پریاں ان سے جدا نہیں ہو سکیں اور اس کی بنیادی وجہ وہ " دیس کا درد " اور " فراقِ رخِ محبوب " (لیلائے وطن) کا غم ہے جو ان کی شخصیت میں رچا بسا ہے۔ اگر ایک طرف " سنگ و فولاد سے ڈھالے ہوئے جِنّاتِ گراں " موجود ہیں تو دوسری طرف لیلائے وطن کی نازک پریاں بھی موجود ہیں جن کا حُسن و جمال فیضؔ کو زنداں کے مہیب سایوں میں بھی اپنی طرف متوجہ اور حوصلہ مند رکھتا ہے۔ فیضؔ کی دیگر شاعری کی طرح ان نظموں میں بھی کلاسیکی غزل کی عاشقانہ علائم و رموز استعمال ہوئی ہیں۔ تخیل کی فراوانی ہے، تشبیہات واستعارات کی کثرت ہے لیکن یہ تمام ترکیبات واستعارات فیضؔ کے اس اشتراکی مسلک کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں جس کے وہ ساری عمر پابند رہے۔ اس طرح انہوں نے پرانے جام میں نئی شراب بھر کر پیش کی ہے۔ فیضؔ نے وطن اور لیلائے وطن اور محبوب کو بڑی مستقل مزاجی سے موضوع سخن بنایا ہے۔ اس میں فراق ووصال کی دونوں کیفیتیں ہیں " یہ فیضؔ کا اپنا تجربہ ہے ان کی شاعری میں لیلائے وطن ہی موضوع سخن ہیں ان کے ہاں حب الوطنی ایک بامعنی احساس کا نام ہے۔[۱۰]

فیضؔ نے وطن کو محبوبہ کے روپ میں دیکھا ہے۔ اس لیے ان کے لب ولہجہ میں محبت کی وارفتگی، طنز میں عشق کی مٹھاس ہے۔ انہوں نے کلاسیکی غزل کے عشقیہ لب ولہجہ میں (یعنی کلاسیکی علائم و رموز میں) اپنے اشتراکی نظریات کو پیش کیا ہے۔ ان کے ہاں ایک احساس حسن اور تناسب کی کیفیت پائی جاتی ہے۔ بقول سجاد ظہیر:

> "جہاں تک اقدار کا تعلق ہے وہ تو وہی ہیں۔۔۔ ترقی پسند انسانیت کی اقدار، فیضؔ نے ان کو اتنی خوبی سے اپنایا ہے کہ وہ نہ تو ہماری تہذیب وتمدن کی روایات سے الگ نظر آتی ہیں اور نہ شاعر کی انفرادیت اس کا نرم شیریں مترنم کلام کہیں بھی ان سے جدا ہوتا ہے۔ اس کے متحرک رواں استعاروں میں ہمارے وطن کے پھولوں کی خوشبو ہے ان کے خیالات میں ان سچائیوں اور جمہوری مقاصد کی چمک۔ جن سے ہماری قوم کی عظیم اکثریت کے دل روشن ہیں۔"[۱۱]

اس طرح یہ تینوں نظمیں فیضؔ کی تمام شاعری کی طرح عروس سخن کی دلبری کے ساتھ ساتھ اجتماعی جدوجہد میں فیضؔ کے مشاہدہ اور مجاہدے دونوں کو پیش کرتی ہیں۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 1, (Jan to March 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-I)urdu-28

ماخذ تحقیقی مجلہ

حوالہ جات

۱۔ "فیضؔ، فیض احمد" (دیباچہ دست تہہ سنگ از فیض احمد فیضؔ)، مشمولہ، نسخہ ہائے وفا، لاہور، مکتبہ کارواں، سن ندارد، ص۱۶تا۱۸

۲۔ ایضاً، ص۱۸

۳۔ "روداد قفس" از میجر محمد اسحاق، (دیباچہ زنداں نامہ)، مشمولہ، نسخہ ہائے وفا، ص۲۵

۴۔ ایضاً، ص۲۹

۵۔ جلاوطنی کا تجربہ اور فیضؔ، انور احمد، ڈاکٹر، مشمولہ، فیضؔ کی تخلیقی شخصیت، مرتبہ، طاہر تونسوی، ڈاکٹر، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۹، ص۱۸

۶۔ "فیضؔ، فیض احمد" (دیباچہ دست تہہ سنگ از فیض)، مشمولہ، نسخہ ہائے وفا، ص۱۸

۷۔ ایضاً، ص۱۸، ۱۷

۸۔ "روداد قفس" از میجر محمد اسحاق، (دیباچہ زنداں نامہ)، مشمولہ، نسخہ ہائے وفا، ص۲۶

۹۔ "فیضؔ، فیض احمد"، " صلیبیں مرے دریچے میں " (ترتیب و ترجمہ، مرزا ظفر الحسن)، کراچی، مکتبہ دانیال، ۱۹۸۲، ص، ۱۹۶

۱۰۔ "فیضؔ، فیض احمد": شاعر یا جادوگر از محمد علی صدیقی، مشمولہ فیض کی تخلیقی شخصیت، ص، ۲۰۷

۱۱۔ سر آغاز از سجاد ظہیر، (مقدمہ زنداں نامہ)، مشمولہ، نسخہ ہائے وفا، ص، ۸۷